ڈاکٹر سید معین الرحمٰن

محمد عظمت اللہ خاں کی نادر قلمی نگارشات

[خواجہ منظور حسین (علیگ) کے ذخیرے سے]

سترہ برس کی میری عمر تھی۔ اردو کالج، کراچی میں میرا تھرڈ ائیر میں داخلہ ہوا۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق کالج کے سرپرست اعلیٰ تھے۔ ان کی اور ان کے ایک بے حد معتمد اور مخلص رفیق کار حکیم اسرار احمد کریوی کی شفقت میسر آئی۔ کالج میں شعبۂ اردو کے اساتذہ آفتاب زبیری اور حبیب اللہ غضنفر صاحبان سے تلمذ کی عزت حاصل ہوئی۔ سینئر کالج فیلو امراؤ طارق کی رفاقت اور ان کے حوالے سے فرمان فتح پوری صاحب کی دلداری پائی۔ اوائل عمر کے بزرگوں اور دوستوں میں سے یہ چند نام تو ایسے ہیں جنھیں میں چاہوں بھی تو بھلا نہیں سکتا اور جن کے اثرات اور اخلاص کے سحر سے نکلنا میرے بس ہی میں نہیں۔

چالیس برس تک تحقیق اور تدریس سے میرا عملاً تعلق رہا۔ ۱۹۶۲ء میں مجھے ترقی اردو بورڈ (اب: اردو ڈکشنری بورڈ) کراچی کے عملۂ لغت سے ریسرچ اسکالر کے طور پر وابستگی کی عزت حاصل ہوئی۔ اس زمانے میں مجھے مطالعے کا جیسا بے خلل اور بے حد و حساب موقع ملا، اس نے آنے والے برسوں میں مجھے ایک مستقل راہ نشاط اور دولت اعتماد عطا کی۔ اس ابتدائی ریاضت اور تربیت کو میں اپنی علمی اور عملی زندگی میں بڑی اہمیت دیتا ہوں۔ بورڈ نے مجھے شان الحق حقی، جوش ملیح آبادی، ڈاکٹر شوکت سبزواری، نسیم امروہوی، سخاوت مرزا، خواجہ حمید الدین شاہد، مولانا اعجاز الحق قدوسی، زکریا مائل اور یوسف بخاری دہلوی کی رفاقت کار میسر آئی۔ بورڈ ہی کے واسطے سے مجھے مولانا عبدالعزیز المیمنی، ممتاز حسین، پیر حسام الدین راشدی اور بیگم ڈاکٹر شائستہ

اکرام اللہ کی شفقت بھی نصیب ہوئی۔ اپنے وقت کی اتنی قدآور، مہذب اور متین رچی بسی ہوئی کلاسیکی شخصیات کی صحبت صالح نے میرے مزاج کی تشکیل پر جو اثرات مرتب کیے اسے میں اردو کالج اور ترقی اردو بورڈ کراچی سے اپنے تعلق کا دوسرا بڑا فیض اور اعزاز جانتا ہوں۔

کتابوں، خطی نسخوں، علمی شخصیات اور ان کے آثار کی حفاظت اور جمع آوری کی لت اسی زمانے میں پڑی اور یہ آنے والے برسوں میں بڑھی.....اور بڑھتی ہی گئی۔ اس ''طولانی تمہید'' سے پڑھنے والوں کو کیا دلچسپی ہو سکتی ہے، لیکن اس پس منظر کے ساتھ یہ کہنا شاید کوئی معنی رکھے کہ کتاب اور اہل کتاب سے میرا ربط اور شغف پرانا بھی ہے اور گہرا بھی۔ اور تکلف برطرف آج یہ میرا امتیاز بھی ہے اور کمزوری بھی!

میرے ذاتی ذخیرہ کتب ونوادر کا ایک بہت ہی مضبوط اور قیمتی حصہ، اکابر اہل کمال کے خطوط ہیں۔ شعر و ادب اور صاحبان شعر و ادب کو جاننے اور سمجھنے کے لیے ''خطوط'' کی اہمیت ایک بدیہی سچائی ہے۔ ۲۰۰۰ء کے اواخر میں شعبۂ تعلیم سے ریٹائرمنٹ کی سرخروئی پائی۔ ''فرصت اور آزادی کا یہ زمانہ میں نے اپنے ذخیرۂ مکاتیب کو کسی قدر سمیٹنے اور ترتیب دینے میں صرف کیا۔

میری پہلی ترجیح ان بزرگوں کے نام خطوط کی ترتیب و اشاعت ہے جو اب ہم میں موجود نہیں۔ پہلے مرحلے میں بابائے اردو مولوی عبدالحق، رشید احمد صدیقی، سید وقار عظیم، مولانا حامد علی خاں، خواجہ منظور حسین، ڈاکٹر شوکت سبزواری، آل احمد سرور اور نظیر صدیقی کے نام اہل علم کے خطوں اور اور خود ان اصحاب کے خطوں کی تدوین و اشاعت کا کام میرے پیش نظر ہے۔

اولاً خواجہ منظور حسین کی ولادت [1] (۱۹۰۴ء) کے جشن صد سالہ کی یادگار کے طور پر ''متاع منظور'' کے نام سے خواجہ صاحب (وصال ۱۹۸۶ء) کے نام لکھے گئے خطوں کا ایک مجموعہ مرتب ہو کر طباعت کی منزل میں ہے [2]۔ یہاں بعض اکابر کے اسماء درج

Scanned by CamScanner

کرتا ہوں جن کے خط '' متاعِ منظور '' میں شامل ہیں ۔ مولانا عبدالماجد دریابادی، خواجہ حسن نظامی، وحید الدین سلیم پانی پتی، آغا حیدر حسن دہلوی، سجاد انصاری، سجاد حیدر یلدرم، محمد عظمت اللہ خاں، نواب محمد اسمٰعیل، رشید احمد صدیقی، فراق گورکھپوری، پطرس بخاری، جوش، فانی، جگر، فیض، مولانا حامد علی خاں، حمید احمد خاں، خواجہ غلام السیدین، ڈاکٹر سید عابد حسن، آل احمد سرور، میاں بشیر احمد، ڈاکٹر مقبول عزیز، حسن عسکری، ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر عبادت بریلوی، میرزا ادیب، مصطفیٰ زیدی، ایف ایم ویلٹی، مظفر علی سید، ڈاکٹر غلام علی چوہدری، ڈاکٹر آفتاب احمد، ڈاکٹر مسعود حسین خاں، اسلوب احمد انصاری، شان الحق حقی، ڈاکٹر جمیل جالبی، محمد سلیم الرحمٰن، مسعود مفتی، معین احسن جذبی اور احمد ندیم قاسمی وغیرہ۔

سر دست پروفیسر خواجہ منظور حسین (علیگ) کے نام محمد عظمت اللہ خاں دہلوی کے پانچ اردو اور چھ انگریزی خطوں کے علاوہ ان خطوں کے ساتھ بھیجی گئی عظمت اللہ کی چار نظموں کے عکس پیش کیے جا رہے ہیں ۔ یقین ہے کہ ان خطوں کا محفوظ کیا جانا علم افروزی کا باعث ہوگا اور مکتوب الیہہ اور مکتوب نگار، ہر دو کی تفہیم میں بھی معین و مفید ہوگا۔

خواجہ منظور حسین کے نام عظمت اللہ خاں کے یہ خط مجھے خواجہ صاحب کی عنایت سے میسر آئے جنھوں نے تحریراً بتایا کہ:

> ''عظمت صاحب سے (میرے) ذاتی مراسم '' علی گڑھ میگزین'' کی ایڈیٹری کا انعام تھے ۔ میرے حیدر آباد دکن کے

۱۔ خواجہ منظور حسین (۱۹۰۴ء۔۱۹۸۶ء) کے حالات میں دیکھیے:

i)۔ رسالہ نقد و نظر، خواجہ منظور حسین نمبر، مرتبہ: اسلوب احمد انصاری، علی گڑھ ۱۹۸۵ء۔

ii)۔ نذر منظور، مرتبہ، اسلوب احمد انصاری، علی گڑھ، ۱۹۹۰ء۔

iii)۔ محبتیں ہی محبتیں، ڈاکٹر سید معین الرحمٰن، مرتبہ: عاصم محمد کلیار، لاہور، ۲۰۰۳ء۔

۲۔ اہل علم کے نام خود خواجہ منظور حسین کے مکاتیب، نیز خواجہ صاحب کے انتقال پر تعزیتی خطوط اور پیغامات پر مشتمل ایک دوسرا مجموعہ ''یادگار منظور'' بھی اسی برس منظر عام پر لے آنا میری ترجیحات میں ہے۔

Scanned by CamScanner

سفر میں ان کی کشش بھی شامل تھی (جو مجھے ایک بار چھٹیوں میں ان کے پاس لے گئی)......ملا تو انہیں بڑا اتنومند اور زندہ دل پایا اور شعر و ادب سے ان کی لگن اور تخلیقی ادھیڑ بن سے متاثر ہوا......میرے نام محفوظ ان کے انگریزی خطوں کا رنگ ڈھنگ بھی یہی ہے......'' [خ-م-ح]

ان تمہیدی اور تعارفی کلمات کے ساتھ پروفیسر خواجہ منظور حسین کے نام، محمد عظمت اللہ خان کے پانچ اردو اور چھ انگریزی خطوط پیش کیے جا رہے ہیں۔ اردو کے پہلے چار خط سال ۱۹۲۳ء کے ہیں اور آخری ۱۹۲۴ء کا ہے۔ انگریزی کے پہلے پانچ خط ۱۹۲۳ء اور آخری ۱۶ نومبر ۱۹۲۵ء کا تحریر کردہ ہے۔ خطوں کے ساتھ شامل عظمت اللہ خاں کی نظموں کے عنوانات یہ ہیں:

۱۔ برسات کی رات دکن میں (مطبوعہ رسالہ اردو، اورنگ آباد، جنوری ۱۹۲۴ء۔

۲۔ مرے حسن کے لیے کیوں مرے؟ (ایضاً)۔

۳۔ موہنی صورت موہنے والی (علی گڑھ میگزین، ۱۹۲۳ء)۔

۴۔ سندر صورت سندر ہی ہے، رنگت گوری یا کالی!
(اردو، اپریل ۱۹۲۸ء)

ان نظموں کا متن خود عظمت اللہ خاں کا قلمی یا دستخطی ہے۔

عظمت اللہ خاں کی ان یادگار تحریروں کے بعض مقامات وضاحتی حواشی کا تقاضا کرتے ہیں لیکن سر دست اصل تحریروں کا جو لگ بھگ اسی (۸۰) برس پرانی ہیں، محفوظ ہو جانا زیادہ اہم ہے۔ یہاں عظمت اللہ خاں کی حیات اور خدمات اور مقام و مرتبے کے بارے میں کچھ منتخب حوالوں کی نشاندہی بے محل نہیں ہوگی:

Scanned by CamScanner

عظمت ، مہد تا لحد

'' محمد عظمت اللہ خاں یکم جنوری ۱۸۸۷ء میں بمقام دہلی پیدا ہوئے ...... ۱۹۲۷ء میں مدن پلی صوبہ مدراس (بھارت) میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

اعلیٰ اسد اللہ (فرزند ارجمند محمد عظمت اللہ خاں) انتخاب مضامین عظمت ، راولپنڈی ، ۱۹۶۵ء]

محمد عظمت اللہ خاں بی ۔اے (میں کامیابی کے بعد) حیدرآباد آکر ملازم ہوگئے ۔۱۹۱۵ء (میں) گزٹیڈ جائداد پر تقرر ہوا۔ (۱۹۲۶ء میں) دوم مددگار ناظم تعلیمات ہوئے اور کمشنری امتحانات کا عہدہ تفویض ہوا۔ عظمت مرحوم نہایت عمدہ قویٰ کے سرخ و سفید جوان تھے۔ غالباً ورزش بھی کرتے تھے مگر ان خصوصیتوں کے باوجود دق ہوگیا اور دو سال کے قریب اس میں مبتلا رہے۔ جون اور جولائی (۱۹۲۷ء) میں جب حالت زیادہ مخدوش ہوگئی تو '' اروگیا ورم '' سینی ٹوریم گئے اور باضابطہ علاج ہونے لگا۔ ۱۸ ستمبر ۱۹۲۷ء کو مرحوم نے کس مسرت سے لکھا ہے کہ '' یہاں آکر بفضلہٖ تعالیٰ میری طبعیت رو بہ صحت ہے '' (یہ غالباً مرحوم کا آخری خط تھا) ، مگر افسوس ہے کہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۲۷ء کو چار بجے ذریعہ تار اطلاع ملی کہ انتقال ہوگیا ، تیسرے روز مسجد صلابت علی میں فاتحہ سوم ہوا۔

[تمکین کاظمی ، ماہنامہ نیرنگ خیال ، لاہور ، دسمبر ۱۹۲۷ء]

عظمت اللہ خاں وہ شعلہ مستعجل تھے جو صرف چالیس سال کی عمر میں خاموش ہوگیا۔

[ڈاکٹر گیان چند جین ، تجزیے ، دہلی ۱۹۷۳ء]

تالیفات و نگارشات عظمت

۱۔ سریلے بول (مجموعۂ نظم و نثر) ، طبع اول ، حیدرآباد دکن ، ۱۹۴۰ء ، طبع دوم کراچی ۱۹۵۹ء۔

۲۔ مضامین عظمت، بحوالہ رسالہ ''اردو'' حیدر آباد دکن، اپریل ۱۹۳۴ء۔

۳۔ انتخاب مضامین عظمت، مطبوعہ راولپنڈی، ۱۹۶۵ء۔

۴۔ ہنسی کی کرنیں (افسانے اور ڈرامے)، بحوالہ ''انتخاب مضامین عظمت'' ایضاً۔

۵۔ رسالہ ''اردو'' میں نگارشات عظمت کی تفصیل کے لیے دیکھیے: رسالہ اردو کراچی، اپریل ۱۹۶۷ء۔

اعتراف عظمت

امیر خسرو کے بعد اگر کسی اردو شاعر نے عروض میں غیر معمولی جدتیں پیدا کیں تو وہ عظمت ہی تھے۔ [ڈاکٹر محی الدین قادری زور]۔

نظم ونثر دونوں میں عظمت مرحوم نے نئے راستے اختیار کیے اور ان راستوں پر انہوں نے استادانہ انداز سے پورے اعتماد کے ساتھ قدم بڑھایا۔ [قاضی عبدالغفار]۔

عظمت اللہ خاں میں ذہانت کی لپک تھی جس کا سب سے بھرپور اظہار ان کے عروضی اجتہادات میں ہوتا ہے۔ وہ اردو کے علاوہ انگریزی میں بھی مشق سخت کرتے تھے۔ اردو، ہندی، انگریزی تینوں زبانوں کے عروض کے محرم تھے۔ [ڈاکٹر گیان چند جین]۔

عظمت اللہ خاں نے ایک نئے عروض کی بنیاد ڈالی۔ [ڈاکٹر عنوان چشتی]۔

عظمت اللہ خاں نے منظوم تراجم ۱۹۲۳ء کے آس پاس کیے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو آزاد نظم کی ابتداء کا امتیاز عظمت اللہ خاں کے حصے میں آتا ہے.......... عظمت اللہ خاں ہنگامہ خیز اور یادگار زمانہ مضمون ''شاعری'' ایک پرجوش نعرۂ انقلاب ثابت ہوا جس کی گونج ہمیشہ باقی رہے گی۔ عظمت اللہ خاں کی اس کوشش نے ایسا بیج ضرور بودیا جس سے آگے چل کر نئی تبدیلیوں کے پودے اگے۔ [ڈاکٹر حنیف کیفی]۔

جدید اردو شاعری کے (جو) تجربات (ہوئے) عظمت اللہ خاں نے ان تجربوں کے فروغ میں نمایاں خدمات انجام دیں.......... اردو شاعری کی اصلاح کے سلسلے میں اب تک جتنی بھی آوازیں اٹھائی گئیں ہیں ان میں سب سے زیادہ انقلابی اور

Scanned by CamScanner

گرجدار آوازعظمت اللہ خاں کی تھی۔

قدیم عروض میں فعولن پانچ بار کوئی وزن نہیں ہے۔ یہ عظمت اللہ خاں کی ایجاد

[ڈاکٹر حنیف کیفی]۔

ہے، عظمت اللہ خاں نے پہلی بار معریٰ نظم کے لیے ایک بحر مخصوص کرنے کی طرف توجہ

دلائی۔ [ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی]۔

بیسویں صدی میں شاعری .... کے سکے بند راستے دو ہی ہیں۔ ایک کو مجھے

اقبال کا راستہ کہہ لینے دیجیے۔ دوسرے راستے کا نام (ہوگا) عظمت اللہ خاں کا راستہ۔

[مظفر علی سید]۔

مطالعہ عظمت کے لیے بعض قابل ذکر ماخذ

۱۔ جدید اردو شاعری، عبدالقادر سروری، حیدر آباد دکن، ۱۹۳۳ء۔

۲۔ اردو زبان وادب، ڈاکٹر مسعود حسین خان، علی گڑھ، ۱۹۵۸ء۔

۳۔ اردو شاعری کا مزاج، ڈاکٹر وزیر آغا، لاہور، ۱۹۶۲ء۔

۴۔ نئی نظم کے تقاضے، جیلانی کامران، لاہور، ۱۹۶۵ء۔

۵۔ جدید اردو نظم اور یوروپی اثرات، ڈاکٹر حامدی کاشمیری، دہلی، ۱۹۶۸ء۔

۶۔ نئی نظم کا سفر، ڈاکٹر خلیل الرحمٰن اعظمی، دہلی، ۱۹۷۲ء۔

۷۔ تجزیے، ڈاکٹر گیان چند جین، دہلی، ۱۹۷۳ء۔

۸۔ اردو شاعری میں سانٹ، ڈاکٹر حنیف کیفی، دہلی، ۱۹۷۵ء، لاہور، ۱۹۹۴ء۔

۹۔ اردو شاعری میں ہیت کے تجربے، ڈاکٹر عنوان چشتی، دہلی، ۱۹۷۵ء۔

۱۰۔ ساز مغرب (حصہ دوم)، حسن الدین احمد، حیدر آباد دکن، ۱۹۷۵ء۔

۱۱۔ اردو شاعری میں جدیدیت کی روایت، ڈاکٹر عنوان چشتی، دہلی، ۱۹۷۷ء۔

۱۲۔ عروض آہنگ اور بیان، شمس الرحمٰن فاروقی، لکھنؤ، ۱۹۷۷ء۔

۱۳۔ ساز مغرب (حصہ پنجم)، حسن الدین احمد، حیدر آباد دکن، ۱۹۷۸ء۔

۱۴۔ اردو میں معریٰ اور آزاد نظم، ڈاکٹر حنیف کیفی، دہلی ۱۹۸۲ء، لاہور، ۱۹۹۵ء۔

Scanned by CamScanner

۱۵۔ اردو اور ہندی کے جدید مشترک اوزان، ڈاکٹر سمیع اللہ اشرفی، علی گڑھ، ۱۹۸۴ء۔

۱۶۔ انگریزی شاعری کے منظوم اردو تراجم کا تحقیقی اور تنقیدی مطالعہ، ڈاکٹر حسن الدین احمد، حیدرآباد دکن، ۱۹۸۴ء۔

۱۷۔ پاکستان میں گیت نگاری (دوسرا باب) نفیس اقبال، لاہور، ۱۹۸۴ء۔

۱۸۔ اردو گیت، ڈاکٹر بسم اللہ نیاز، کراچی، ۱۹۸۴ء۔

۱۹۔ اردو شاعری میں دوہے کی راویت، ڈاکٹر سمیع اللہ اشرفی، علی گڑھ، ۱۹۹۰ء۔

۲۰۔ عبدالحلیم شرر بحثیت شاعر، ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی، دہلی، ۱۹۹۰ء۔

۲۱۔ میراجی۔ شخصیت اور فن، ڈاکٹر رشید امجد، لاہور، ۱۹۹۳ء۔

۲۲۔ علم عروض اور اردو شاعری، ڈاکٹر محمد اسلم ضیاء، اسلام آباد، ۱۹۹۷ء۔

اب خواجہ منظور حسین کے نام محمد عظمت اللہ خاں کے خط ملاحظہ ہوں:

پہلا خط

حیدرآباد (دکن)

۲۸ اگست ۲۳ء

شفیق و مکرمی، تسلیم

آپ کا میگزین بھی پہنچا اور بعد کو آپ کا عنایت نامہ بھی۔ میں نے میگزین کو بہت غور سے پڑھا اور مجھے خوشی ہے کہ اردو کے رسالوں میں اکا دکا ہی ایسے ہوں گے جو 'میگزین' سے لگا کھا سکیں۔ سوائے میرے مضمون اور نظموں کے، اور تمام مضامین عام طور پر اچھے لکھے گئے ہیں۔ خصوصاً رشید احمد صاحب کی ''دنیا'' پر لطف لکھی گئی ہے۔

آپ کا خط پہنچا تو شاعری پر ایک مضمون لکھ رہا تھا جس کی پہلی قسط مولوی عبدالحق صاحب کی خدمت میں بھیج دی گئی ہے۔ اس قسط میں صرف اس پر بحث کی گئی ہے کہ شاعری

Scanned by CamScanner

کیا ہے۔ ایسے مضمون میں ظرافت کی کم گنجائش تھی اور دوسرے مولوی عبدالحق صاحب کا ڈر تھا۔ اگر یہ مضمون مولوی صاحب پسند نہ فرمائیں گے تو آپ کی خدمت میں بھیج دیا جائے گا۔ دوسری قسط ۱ میں اردو شاعری پر نظر ڈالی جائے گی۔ آپ کے لیے سوچ رہا ہوں کیا مضمون لکھوں۔ مضمون ایسا ہونا چاہیے جو کالج کے میگزین کے لیے زیادہ موزوں ہو۔ بہر حال مضمون کے سوجھتے ہی لکھنا شروع کردوں گا۔

آپ کی ادارتی آزادیاں مجھے تو بھلی معلوم دیتی ہیں لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ کالج کے میگزین میں ایسی آزادیاں عام حضرات، جو مصنوعی اخلاقیات کے دلدادہ ہیں، پسند نہیں کریں گے۔ مجھے بے انتہا مسرت ہوئی کہ جناب سید سجاد حیدر صاحب ۲ نے میری پوچ گوئی کو پسند کیا اور مضمون پر بھی مسرت کا اظہار فرمایا۔ میں سوچ میں ہوں ایک ظریفانہ سلسلہ میگزین کے لیے لکھوں جس سے طلبہ کو بھی ظرافت کی چٹیک لگ جائے۔ بحالت موجودہ اردو ادب میں نہ تو جدت ہے اور نہ ظرافت۔ ہر مضمون ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والے نے چھری تلے رہ کر لکھا ہے۔ غم اور الم کے فقرے اور مضامین اس قدر ستے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ جوہر صاحب کی نظم کس قدر پاکیزہ ہے۔ بیان میں جدت، تشبیہوں میں لطافت اور نیا پن۔ ان سے درخواست کیجیے میری جانب سے کہ وہ اب واقعی اردو ادب کو اس قسم کی نظموں سے مالا مال کر دیں۔ ان کا مستقبل کا شاعر بن جانا اب صرف ان ہی کے ہاتھ ہے۔

ایک خشکہ باگندہ بروزہ والی جدت اور کر رہا ہوں۔ انگریزی Iambic pentameter میں ایک نظم شروع کی ہے۔ یہ نظم ''مونچھ'' اور ''چوٹی'' کا مکالمہ ہے اور برونگ کے ڈھنگ میں ایک نفسیاتی مطالعہ۔ خیر پہلا بند سن لیجیے اور اس کی موسیقی پر اظہار رائے فرمائیے۔

۱۔ رسالہ اردو، ایضاً، جنوری ۱۹۲۴ء۔

۲۔ سجاد حیدر یلدرم، ولادت: ۱۸۸۰ء وفات: ۱۹۴۳ء۔

Scanned by CamScanner

مونچھ:

نہیں ، نہیں، یہ کیا کہا مجھے؟
نہیں تمہاری چاہ ! جانِ من!
یہ بات کاش ہو سکے ، تجھے
دکھا سکوں میں سینہ چیر من

ذرا پوری ہو جائے اور کانٹ چھانٹ کرلوں تو آپ کے ملاحظہ میں بھیجوں گا۔ نظم ایک اصلی واقعہ پر مبنی ہے۔ ''بیسوا'' بہت ستا رہی ہے۔ قابو میں نہیں آتی۔ اس کی تلاش میں ایک مصرع ملا ہے:

اوروں میں کیڑے ڈالنے کو نیکی ایک بہانہ ہے

فقط

نیازمند

محمد عظمت اللہ خاں

دوسرا خط[1]

حیدر آباد (دکن)

۲۹ اگست ۲۳ء

شفیقی و مکرمی۔ تسلیم

کل میں آپ کے دو عنایت ناموں کا جواب لکھ کر ڈاک کے حوالے کرا ہی چکا تھا کہ آپ کا کارڈ پہونچا۔ میرے جلد جواب نہ دینے پر آپ ہرگز خفا نہ ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ اس خصوص میں بہت بھول اور کاہلی لاحق ہو جاتی ہے۔

۱۔ اس خط کی عکسی نقل بخط مصنف بھی پیش کی جا رہی ہے۔

Scanned by CamScanner

جب سے آپ کا کارڈ پہنچا ہے اسی سوچ میں ہوں کہ کس عنوان پر مضمون لکھوں۔ کئی عنوان سامنے آئے ہیں لیکن ابھی تک کوئی بات طے نہیں پائی۔ ایک عنوان یہ سوجھا ہے۔ ''گڑیا خانہ'' اور اس دنیا اور اس کے آئیڈیلز (Ideals) پر کیا نفیس مضمون ہو سکتا ہے۔ لیکن ڈر ہے کہ مضمون بہت فلسفیانہ ہو جائے گا۔ Idealism یعنی مثال پرستی اور اصلیت طلبی (Realism) میں جو تضاد ہے وہ عام فہم نہیں۔ دوسرا عنوان ''خاص تراش'' ہے۔ اس پر بھی لطیف مضمون ہو سکتا ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ جو مضمون ہو وہ ایسا ہو کہ کالج کے طلبہ کے لیے زیادہ مناسب ہو۔ آپ نے یہ بالکل ٹھیک لکھا ہے کہ علی گڑھ کے طلبہ جس طرح مضامین ظرافت کو سمجھ سکتے ہیں اور کہیں ایسے پڑھنے والے نہیں مل سکتے اور مجھے نہایت مسرت ہے کہ علی گڑھ کے نوجوان جو آئندہ اردو ادب میں اضافہ کریں گے، میرے مضمون کو پسند کرتے ہیں۔ اور اسی لیے میری یہ آرزو ہے کہ ایسا مضمون لکھوں جو ہنسائے اور ہنسی ہنسی میں ان کے ہونہار ذہنوں کے سامنے ایسی باتیں پیش کرے جو میرے خیال میں آئندہ اردو ادب کی ارتقاء کے لیے ضروری ہیں۔ بہر حال میں حتی الامکان تین ہفتے کے اندر کوئی نہ کوئی مضمون آپ کی خدمت میں بھیج دوں گا۔ لیکن نہیں کہہ سکتا کہ وہ آپ کو پسند آئے گا یا نہیں۔ شاعری والے مضمون نے مجھے بہت تکلیف دی اور کچھ اس میں ایسا انہماک ہو گیا کہ اب خیالات کو بالجبر دوسری طرف لانا پڑ رہا ہے اور چند اصحاب کے بھی تقاضے ہیں۔ خصوصاً ''لسان الملک'' کے مدیر صاحب کا سخت تقاضہ ہے اور ان سے بہت محجوب ہوں۔

امید کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔

نیاز مند

محمد عظمت اللہ

تیسرا خط

حیدرآباد (دکن)

۲۷ نومبر ۲۳ء

شفیقی و مکرمی ۔ تسلیم

میں گذشتہ مہینے ڈنگو (لنگڑا لال) بخار میں مبتلا ہوا اور بعد میں مجھے پیچش ہو گئی جس نے بہت ستایا۔ آج میں نے پرہیز توڑا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کو خط نہ لکھا۔

مولوی عبدالماجد صاحب [1] نے جو "گڑیا خانہ" اور نظم کی داد دی [2] وہ میرے لیے باعث فخر ہے اور یہی بات مجھے سجاد حیدر صاحب کے دل افزا الفاظ کے متعلق عرض کرنی ہے۔ میری طرف سے آپ دونوں بزرگوں کی خدمت میں عرض کر دیجیے کہ میں اس داد کو بہترین صلہ تصور کرتا ہوں۔ مضمون کی فرمایش پوری کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔ لیکن اس دفعہ حتمی وعدہ نہیں کر سکتا۔ رسالہ "اردو" میں ایک سلسلہ 'شاعری' پر لکھنا شروع کرنا چاہتا تھا اور خیال فرمائیے کہ سال بھر سے مولوی عبدالحق صاحب فرماتے تھے اور میں وعدہ کرتا تھا۔ مضمون کسی طرح نہیں لکھا جاتا تھا حالانکہ مواد اور مسالہ سب فراہم کر لیا تھا۔ خدا خدا کر کے اس سلسلے کا پہلا مضمون 'گڑیا خانہ' کے تقریباً ساتھ ساتھ لکھا گیا۔ اس کی سرخی ہے "شاعری کیا ہے؟" بعد میں دوسرا مضمون 'اردو شاعری' کے عنوان سے اس ہفتے پورا ہوا اور تیسرا مضمون 'اردو عروض' شروع کر دیا ہے۔ جناب مولوی صاحب نے فرما دیا ہے

۱۔ مولانا عبدالماجد، دریاباده، ولادت: وفات: ۱۹۷۷ء۔

۲۔ عظمت اللہ صاحب دہلوی کی نثر و نظم دونوں خصوصیت کے ساتھ مستحق ستائش ہیں۔ میں ان صاحب سے واقف نہیں۔ آپ سے اگر مراسلت قائم ہو تو آپ خود میری طرف سے انہیں داد لکھ بھیجیں۔ "گڑیا خانہ" والے مضمون میں انہوں نے فلسفے کو جس طرح پانی کر دیا ہے، وہ میرے لیے قابل رشک ہے۔ نظم بھی بالکل مطابق فطرت ہے اور موثر۔"

[اقتباس از مکتوب مولانا عبدالماجد دریابادی بنام خواجہ منظور حسین، مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۲۳ء]

Scanned by CamScanner

کہ یہ مضمون مسلسل یکے بعد دیگرے چھپیں گے۔ لہذا تیسرا مضمون بھی لکھ ڈالا جائے۔ [1]
مولوی صاحب کو ایک سال کے خالی خولی وعدوں کی وجہ سے بجا طور پر بدگمانی ہوگی ہے۔
بہر حال آپ کی فرمائش ہے لہذا میں حتی الوسع کوشش کروں گا کہ ارشاد کی تعمیل کی جائے۔
دو نظمیں آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ ''برسات کی رات دکن میں'' اور ''صبح''۔
یہ دونوں مولوی صاحب کی خدمت میں بھی بھیجی جا چکی ہیں۔ آپ دونوں یا ان میں سے
ایک کو طباعت کی غرض سے پسند فرمائیں تو مولوی صاحب کو مطلع فرما دیں تاکہ وہ بے خبر نہ
رہیں۔ برسات کی رات دکن میں ، ورڈس ورتھ کے رنگ میں ہے۔ اس کا بند
(stanza) سون برن کا ہے۔ آٹھ مصرع والا ہے۔ اس ترتیب سے:

اس کو آپ تنہائی میں دھیمی لے سے پڑھیں تو عجیب مٹھاس اور سریلا پن معلوم ہوتا ہے اور
قلب کو تسکین سی ہوتی ہے۔ آخری بند کی میں آپ سے خصوصیت کے ساتھ داد چاہتا ہوں۔
''صبح'' والی نظم بھی سون برن کے ایک stanza میں ہے۔ یہ بند شیلی Shelly کی
مشہور لی رک sky lark سے سون برن نے لیا تھا۔ قوافی کی ترتیب صاف ہے۔ ان
مصرعوں کی داد ضرور ملنی چاہیے۔ [2]

۱۔ تیسری قسط، رسالہ ''اردو'' اورنگ آباد، شمارہ اپریل ۱۹۲۴ء میں چھپی۔

۲۔ رسالہ اردو، ایضا، جنوری ۱۹۲۴ء۔

Scanned by CamScanner

اور ہوا نے گل یہ کھلایا

کرنوں کی گرہ کھول کھلا کر اک رنگ کا سیلاب بہایا

ایک مزیدار قصہ بھی سن لیجیے۔ حضرت اقبال کی لطیف لی رک نظم نغمۂ ساربان حجاز'' ہزار داستان''، میں صبح کے وقت مجھے ملی۔ بہت خوشی ہوئی کہ اقبال نے بھی اس رنگ کی طرف توجہ فرمائی ہے۔ لیکن فارسی زبان دیکھ کر بڑا قلق ہوا۔ اسی وقت یہ خیال آیا کہ اسے 'اردایا' جائے۔ لطف کی بات تو یہ ہوئی کہ اسی روز اس نظم کو اردا دیا گیا اور مجھے امید ہے کہ آپ اسے پڑھ کر محظوظ ہوں گے۔ اردانے کے دوسرے دن دفتر میں اس طرح صاف لکھوایا کہ ایک طرف فارسی۔ اس کے مقابل اردو ترجمہ یا یوں ہی کہیے اردایا ہوا بند۔ صاف ہو کر یہ نظم آئی۔ میں دیکھ رہا تھا کہ اتنے میں سید اعظم صاحب پرنسپل سٹی ہائی اسکول (جواب انٹرمیڈیٹ کالج ہو گیا ہے) تشریف لے آئے اور انہوں نے بھی ملاحظہ فرمایا۔ وہ اپنے نئے کالج سے ایک رسالہ نکالنے والے ہیں۔ انہوں نے اس اصرار سے یہ نظم مانگی کہ میں انکار نہ کر سکا اور آپ کے نام جو خط لکھا تھا اسے چاک کر دیا اور ترجمہ نظم ان کے حوالے کر دیا۔ لیکن یہ توقع نہیں کہ ابھی یہ میگزین شائع ہو۔ لہٰذا کوئی تقریباً دو ماہ کے انتظار کے بعد یہ ترجمۂ نظم آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ اگر یہ ترجمہ اس وقت بھیج دیا جاتا تو آپ کے'' میگزین''، میں حضرت اقبال کی نظم کے ساتھ شائع ہو جاتا۔ اس اردانے، کی داد علی گڑھ کے منچلے طلبہ ضرور دیں گے۔ میں نے یہ کوشش کی ہے کہ قوافی حضرت اقبال کے ہی رہیں اور جہاں تک ممکن ہو زیادہ تبدیلی نہ ہونے پائے کیونکہ اقبال کے اردو کلام میں بھی فارسیت اتنی ہوتی ہے کہ فارسی ترکیبیں غیر مانوس نہیں معلوم ہو سکتیں۔ البتہ ساتویں بند میں قافیے میں فارسی افعال تھے ان کا بدلنا ضروری تھا۔ بہر حال ملاحظہ فرمائیے۔

میں نے آپ کے مضمون کی کل ہی سرخی تو ڈھونڈھ لی ہے 'سورما خیا'۔ ابھی خیالات دور کے سے بادلوں کی طرح ہیں۔ سوچوں گا اور کوشش کروں گا کہ آپ کی فرمائش پوری ہو سکے۔ اس اثنا میں امید تو نہیں لیکن اگر کوئی نظم ہو جائے تو آپ کی خدمت

میں بھیج دی جائے گی ورنہ بہ صورت پسندیدگی یہ تین چیزیں کافی ہوں گی۔ شاعری والے مضامین رسالہ ''اردو'' میں آپ کی نظر سے گزریں گے اور امید ہے کہ آپ ان میں چند مزے مزے کی باتیں پائیں گے۔ لیکن یہ اردو عروض والا مضمون انشاء اللہ تعالیٰ ایک پر لطف چیز ہوگی اور غالباً اردو ادب میں ایک ہل چل ڈال دے۔ بشرطیکہ میں حسب دلخواہ لکھ سکا۔ میرا یہ خیال ہے کہ میں جو عروض پیش کرنے والا ہوں وہ ایک سائنٹی فک چیز ہوگی اور اس سے اردو کی تقطیع انگریزی کی طرح سہل ہو جائے گی۔ زحافات بحور کے ناموں کی خرافات اور خیال کش قیود اٹھ جائیں گی۔ ہر شاعر اپنے خیالات اور اپنے فطری ترنم کی مناسبت سے خود ایک بحر وضع کر لے گا اور وہ اصولاً درست ہوگی۔ یہ اور بات ہے کہ اس کی محبوب بحر آپ کو یا مجھے اس قدر سریلی اور لطیف نہ معلوم ہو جتنی اسے معلوم ہوتی ہے۔ بہرحال اس سے اور کوئی فائدہ نہ ہو تو ادبی قدامت پسندوں میں ایک گڑبڑ ضرور پیدا ہو جائے گی اور اگر زیادہ عنایت ہوئی تو خاکسار کی تھوڑی بہت تواضع بھی ہو جائے گی لیکن اس کو آپ بھی تسلیم فرمائیں گے کہ جمود کو توڑنے کی ضرورت ہے اور نئے نئے پہلو پیش کرنا اردو کی خدمت ضرور ہے۔ بس اس حد تک بھی ان مضامین کا اثر ہو جائے تو غنیمت ہے۔ آپ کا بہت سا وقت لیا اور یہ اب تک کی خاموشی کا بدل ہے۔

امید کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔

خاکسار

محمد عظمت اللہ

نوٹ:۔ 'نغمۂ ساز بان حجاز' اور اس کا اردو ترجمہ ساتھ ساتھ طبع ہوں تو زیادہ اچھا ہوگا۔ فقط محمد عظمت۔

Scanned by CamScanner

چوتھا خط

حیدر آباد (دکن)

۱۲ دسمبر ۲۳ء

شفیقی و مکرمی۔ تسلیم

آپ کا عنایت نامہ پہونچا۔ آپ نے جو عمدہ خیالات ظاہر فرمائے ہیں ان کا شکریہ۔

افسوس ہے کہ مضمون نہیں ہو سکا۔ میں فکر میں ہوں۔ ہوتے ہی خدمت میں بھیج دوں گا۔ میری مصروفیت سرکاری اور غیر سرکاری ان مہینوں میں اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ میں عرض نہیں کر سکتا اور مضمون بغیر کامل غور و فکر کے عمدہ طور پر لکھا نہیں جا سکتا۔ یہ ہرگز خیال نہ کیجیے گا کہ مجھے تعمیل ارشاد میں کوئی تامل ہے۔ ''علی گڑھ میگزین'' میں صرف عمدہ چیز ہی ہونی چاہیے۔

مولوی عبدالحق صاحب کا ایک اور عنایت نامہ آیا ہے جو ملفوف ہے، براہ کرم 'برسات کی رات' ۱؎ اپنے ''میگزین'' میں طبع نہ کیجیے۔ میں اب جو نظم آپ کے پاس بھیجوں گا، وہ ان کے پاس نہ بھیجوں گا۔

'میرے حسن کے لیے کیوں مرے؟' ۲؎ اس پر دونوں صاحب خفا ہوئے ۳؎ اور بجا طور پر، میں نے بہت معافی مانگ لی ہے۔ براہ کرم 'برسات کی رات دکن میں' آپ طبع نہ فرمائیے۔ ورنہ غضب ہو جائے گا۔

اس وقت جلدی میں یہ خط لکھ دیا ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ مضمون کے ساتھ تفصیلی خط لکھوں گا۔ کل ایک پرچہ مرتب کرنے میں کوئی دس گھنٹے لگ گئے۔ بس اسی قسم کے کام

۱۔ مطبوعہ: رسالہ اردو، اورنگ آباد، جنوری، ۱۹۲۴ء۔

۲۔ رسالہ اردو، اکتوبر، ۱۹۲۳ء۔

۳۔ خواجہ منظور حسین کی وضاحت کے مطابق خفگی اس وجہ سے کہ یہ نظم علی گڑھ میگزین میں کیوں چھپی۔

Scanned by CamScanner

اور اس ارد و عروض والے مضمون پر نے میرے دماغ کو تھکا دیا۔ اب آپ ہی کے لیے مضمون پر غور کر رہا ہوں۔ خیالات پھر رہے ہیں۔ اگر اس کانووکیشن نمبر کے لیے نہ ہو تو خیر بعد کے نمبر میں کام دے گا۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ اس ہفتے کے اندر ہو جائے۔ امید کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ ہاں۔ یلدرم صاحب اور رشید صاحب کے مضامین خوب ہیں۔ آئندہ خط میں ان کا ذکر بھی ہوگا۔ اول الذکر تو استاد ہیں ہی اور دوسرے صاحب بھی ہونہار ادیب ہیں۔ خدائے تعالےٰ برکت دے۔

نیازمند

محمد عظمت اللہ

پانچواں خط

[حیدرآباد (دکن)]

۲۰ فروری ۲۴ء

شفیقی ومکرمی، السلام علیکم

کل آپ کا کارڈ پہونچا۔ یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ آپ ''علی گڑھ میگزین'' کی ادارت سے سبکدوش ہو گئے ہیں۔ آپ نے پرچے میں جان ڈال دی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ آپ کے صحیح ذوقِ ادبی سے قدامت پسند حلقہ بدکتا تھا۔ مجھے بالا بالا یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ رشید احمد صاحب کے مضمون میں کسی پروفیسر صاحب اور ان کی نصف بہتر کی تلمیح آپڑی تھی جس کی وجہ سے غالباً پرچہ ضبط ہوا اور شاید آپ نے اڈیٹری سے دست برداری کر لی۔

''میگزین'' کے دونوں پرچے خوب تھے۔ بلحاظ ظاہر اور باطن دلکش ہیں۔ بڑا لطف تو سجاد صاحب کی رائے سے آیا جو انہوں نے خاکسار کے متعلق ظاہر کی ہے اور آپ نے ستم ظریفی یہ کی کہ ماجد صاحب کی رائے کے ساتھ ہی ساتھ ان کی رائے بھی شائع کی۔

سجاد صاحب کے پہلے کے جملوں نے میری آنکھیں کھول دیں ۔ یہ ایک جدید انکشاف ہے کہ ''خیالات کوئی چیز نہیں'' اس پر ایک پر لطف مضمون ہو سکتا ہے ۔ دوسری بات اور نہایت نفیس بات یہ ہے کہ سجاد صاحب نے انجانی میں میرے اسلوب کی صحیح صحیح تعریف کر دی ہے ۔یعنی :

"Serious thought on common subject"

یہی تعریف سائنٹی فک میتھڈ کی ہے ۔ میں طبعاً اس کے عکس یعنے :

"Light thought on serious subjects"

سے بد کتا ہوں کیونکہ میرا یہ خیال ہے کہ دنیا میں کوئی uncommon مضمون ہے ہی نہیں ۔ بہر حال اس قسم کی فرانک (frank) رائے ہمیشہ مفید ہوتی ہے گو بعض طبائع ایسی بیباکانہ رائے سے بھاگتی ہیں ۔ رائے تو خیر بیباکانہ ہی ہونی چاہیے لیکن ہر رائے دینے والے کا اسلوب فطرتاً جداگانہ ہوتا ہے ۔ چنانچہ سجاد صاحب کا اسلوب بھی رائے کی بیباکی کے مطابق ہے ۔ ادب میں ایسے لوگوں کی سخت ضرورت ہوتی ہے تاکہ بعض لکھنے والے جو ایک رخ ہو جاتے ہیں اور اپنے رنگ میں غلو کر جاتے ہیں ان کی روک تھام ایسی ہی بیباکانہ رائے سے ہو سکے جو مضامین میں نے ''میگزین'' میں بھیجے وہ اس میں شک نہیں کہ میری خاص طرافت کی تھیوری کی انتہائی اڑان تھی ۔ فلسفیانہ مضامین ظرافت کے پہلو سے لکھے جائیں تو ظاہر ہے کہ ظرافت بیچاری اس قدر سنجیدہ ہو جاتی ہے کہ اس پر seriousness کا اطلاق ہو جاتا ہے ۔ مگر یہ بھی ایک کوشش تھی اور خصوصاً کالج کے طلبہ کے مدنظر، میرا خیال تھا کہ اس طرح لکھنے سے فلسفیانہ مضامین جو خشک اور ڈراؤنے سے ہوتے ہیں ایک حد تک نہایت عام نقطۂ نظر سے اور ظریفانہ رنگ میں لکھے جائیں ۔ اب اس میں کہاں تک کامیابی ہوئی اس کا اندازہ ہر شخص اپنے مذاق سلیم کے مطابق کرے گا ۔ مجھے اب اس سے سروکار نہیں کہ کون صاحب کیا خیال فرماتے ہیں ۔ ہر شخص کا ذوق جداگانہ ہوتا ہے اور ہونا چاہیے ۔ یہی ادبیات کی ترقی کی علامت ہے ۔

Scanned by CamScanner

''میگزین'' کی وساطت سے جو آپ سے تعلقات ہو گئے ہیں وہ انشاءاللہ تعالےٰ بدستور قائم رہیں گے۔ نظمیں ضرور آپ کی خدمت میں بھیجی جائیں گی۔ نظموں کے متعلق بھی میرا اصل منشا یہی ہے کہ یہ ایک طرح کا تجربہ ہے۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اردو بولنے والے اس سے محظوظ ہوں گے یا نہیں یا یہ کہ کوئی اس راستے کی طرف قدم اٹھائے گا یا نہیں۔ ہندی الفاظ کے متعلق میرا خیال ہے کہ ہر شخص کو جو اردو کا شیدا ہے، چاہیے کہ ہندی کے اپنے مذاق کے مطابق شستہ الفاظ زیادہ استعمال کرے۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ جہاں ہندی کا لفظ نہ ٹھس سکے وہاں بھی خواہ مخواہ ٹھونسے۔ اردو فارسی اور عربی کی بھی بے انتہا رہین منت ہے۔ لہذا اصول یہ ہونا چاہیے کہ اردو میں جہاں تک ممکن ہو ہندی کے الفاظ (اگر لکھنے والے کا ذوق پسند کرے) زائد برتے جائیں۔ لیکن جہاں فارسی اور عربی کے الفاظ مستحسن معلوم ہوں وہاں بے تکلف یہ لفظ استعمال کیے جائیں۔ آج کل انگریزی کا اثر بھی بے انتہا پڑ رہا ہے۔ جہاں انگریزی کا لفظ ہمارے مذاق کے مطابق ٹھیک بیٹھے وہاں بے تکان انگریزی لفظ سے کام لینا چاہیے۔ بہرحال میرا اصول یہ نہیں ہے کہ اس زبان کے لفظ نہیں لو اور اس زبان کے لفظ لو۔ میری پالیسی یہ ہے کہ بہ لحاظ بوباس اردو دراصل ہندی ہے۔ لہذا پہلے ادبیات میں ہندی الفاظ، ٹھیٹ اردو، مناسب ہوں گے۔ لیکن فارسی اور عربی اور ترکی اور انگریزی کے الفاظ وہاں استعمال ہونے چاہئیں جہاں ادبی ذوق یا خیال کی خاص مناسبت متقاضی ہو۔ ساری زبانوں سے، دنیا بھر کی زبانوں سے، اردو کو متمتع ہونا چاہیے۔ مگر حسب ضرورت، ذوق کی رہبری کے لحاظ سے۔ غرض اس بحث پر ایک طول طویل مضمون کی ضرورت ہے جو کبھی انشاء اللہ تعالےٰ لکھا جائے گا۔ شاعری والے مضامین کا دوسرا حصہ ملاحظے سے گزرا ہوگا۔ اردو شاعری پر تنقید کی گئی ہے اور غزل کی موت کا فتویٰ دیا ہے۔ غالباً اب کچھ ادبی حلقوں میں ہل چل ہوگی اور کچھ برا بھلا کہا جائے گا۔ دو تین دن ہوتے ہیں کہ مولوی سلیم[1] سے راستے میں ملاقات ہوئی۔ فرمانے لگے:

۱۔ مولانا وحیدالدین سلیم پانی پتی، ولادت: ۶۹۔۱۹۶۷ء، وفات: ۶۹۔ جولائی ۱۹۲۸ء۔

Scanned by CamScanner

''دوسرا ٹکڑا اردو شاعری پر اچھا لکھا ہے۔ پہلا لغو تھا اور تیسرا بھی لغو ہوگا''۔ لطف یہ ہے کہ تیسرا ابھی طبع نہیں ہوا مگر لغو ہوگا۔ یہ حال ہے ہمارے سر برآوردہ اصحاب ادب کا۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ تیسرا حصہ لغو ثابت ہو لیکن بغیر دیکھے قبل از قبل رائے قائم کر لینا کہاں تک ذوق سلیم کے مطابق ہے آپ خود اندازہ فرما سکتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی شہرت اور قابلیت کے زعم میں نئے اہل قلم کو اپنے آگے کوئی چیز نہیں سمجھتے۔ اور بہت ممکن ہے کہ یہ بات درست ہو کہ نوجوان اہل قلم ان کی خاک پا نہیں۔ لیکن ان بزرگان ادب کو تو یہ چاہیے کہ ان کی ہمت افزائی کریں۔ ہمدردی سے رہبری فرمائیں، نہ کہ بے سوچے سمجھے منطق کو پس پشت ڈال کر معمولی انسانیت سے بھی جی چرائیں۔

اب ایک نئی نظم کے کچھ بند ملاحظہ فرمائیے۔ نظم کا عنوان ہے ''بالی بیوی سے'' [1] یہ خاص ہندوستانی مضمون ہے۔ کمسنی کی شادی ہندوستان میں بہ حیثیت ایک دستور کے پائی جاتی ہے۔ میں نے اس رسم کا صرف اچھا پہلو ہی لیا ہے۔ بحر بالکل نئی ہے۔

ف ع لن / ف ع لن / ف عل

انگریزی میں یوں کہیں گے۔ دوبار anapaest اور ایک دفعہ lamb۔ پہلا بند یہ ہے:۔

تیرے بھولے سے مکھ پہ میں
دل و جان فدا کروں
ترے چین پہ سکھ پہ میں
مری جان! مٹا کروں
ابھی آنکھ ڈری سی ہے ابھی آگ دبی سی ہے

دوسرا بند مجھے بہت پسند ہے:

تو کلی ہے نئی نئی

---

[1] مطبوعہ رسالہ اردو، اورنگ آباد، جولائی ۱۹۲۴ء۔

Scanned by CamScanner

ابھی بند[1] ہیں پنکھڑیاں
ابھی سال گنیں کی
کہ چمک پڑیں انکھڑیاں
ابھی آنکھ ڈری سی ہے اٹی

تیسرا بند مولوی عبدالحق صاحب نے بہت پسند فرمایا:

ابھی آیا ہے مور[2] ہی
ابھی پھول ہے، پھل کہاں؟
پہ[3] یہ کہتے ہیں طور ہی
کہ ہے صبر کا پھل یہاں!
ابھی..........................

اب صرف آخر کے دو بند سن لیجیے اور بس:

یہی کام کروں بس اب
ترے من کی بھی ٹوہ لوں
تجھے رام کروں بس اب
تری روح کو موہ لوں
ابھی..........................

ترے کھلنے کے ساتھ ساتھ
ترے دل میں ہو گھر مرا
تری روح جو آئے ہاتھ

۱۔ "انتخاب مضامین عظمت" میں "پسند" بجائے: بند۔
۲۔ ایضاً "بور" بجائے: مور۔
۳۔ ایضاً "پہ" بجائے: پہ۔

Scanned by CamScanner

مجھے زیست کا پھل ملا

ابھی ....

اس کے علاوہ دو نظمیں اور ہوئی ہیں۔ایک تو ''مرے حسن کے لیے کیوں مزے؟'' کا جواب سا ہے یعنی مرد کی زبان سے ایک عورت کی بے وفائی سے جو جذبات ایک نوجوان میں پیدا ہو سکتے ہیں ان کے ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس کا پہلا بند ہے:

جاں بنی ہے اس لیے غم میں اسے گھلائیے
عمر ہوا ہے کچھ نہیں سانس میں بس اڑائیے
دام میں یاں نہ آیئے دل نہ یہاں لگائیے

تیسری نظم ایک خاص کوشش ہے۔Ballad کے رنگ میں ...... باز بہادر مالدہ کا رئیس تھا۔عہد اکبر میں اس کی ایک بیوی روپامتی تھی اور ہندی کی زبردست شاعرہ۔ان کے قصے کو نظم کیا ہے۔یہ نظم ذرا تفصیلی تمہید چاہتی ہے۔بہرحال پہلا بند ملاحظہ ہو:۔

کامنی کومل تھی تو
حسن رسیلا تیرا
کوکتی کویل تھی تو
شبد سریلا ترا
پیت کی ماری ستی شاعرہ روپامتی![1]

اب بس، باقی ہوس[2]

نیازمند
محمد عظمت اللہ

۱۔ رسالہ اردو، جولائی ۱۹۲۶ء۔

۲۔ رسالہ اردو، جنوری ۱۹۲۶ء۔

Scanned by CamScanner

عظمت اللہ خاں کے انتقال کے ستر (۷۰) برس بعد، ان کے کمال فن کی درج ذیل داد، ان کی سرشاری روح کے لیے کتنا سندر انعام ہے۔ امیر چند بہار کا یہ مدحیہ قطعہ دیکھیے: "مجھے پیت کا یاں کوئی پھل نہ ملا" [1] یہ نظم ہے ایک ادب پارہ

بپتا کی ماری برہن کا دل اس میں دھڑکتا ملتا ہے
بھاشا کا مست مدھر سرگم رس گھول رہا ہے کانوں میں
ہر چھند میں ایسا جادو ہے پڑھیے تو کلیجہ ہلتا ہے

[سرود رفتہ، خدابخش پٹنہ لائبریری، پٹنہ، ۱۹۹۸ء]

اب آخر میں عظمت اللہ خاں کے ایک اردو اور چھ انگریزی خطوط کے قلمی عکس، نیز چار نظموں کے قلمی/دستخطی عکس:

Scanned by CamScanner

محمد عظمت اللہ کے قلمی خط ...

۲۹ - اگست ۱۹۲۳ء کا عکس

مسیح پترا، ... (؟)

۲۹ اگست سنہ ۲۳ء

شفیقی بندہ ی - تسلیم -

مل گئے آپ کے (۳) دو عنایت ناموں کا جواب لکھنے کا ارادہ
کر رہا ہی تھا کہ آپ کا کارڈ پہنچا ہی - دیر سے
جواب نہ دینے پر آپ ہرگز خفا نہ ہوں - مجھے افسوس ہے،
کہ اس خصوص میں بے حد سستی ہوئی اور کام میں لاحق ہو جاتی ہے -
جب سے آپ کا کارڈ پہنچا ہے اسی فکر میں ہوں کہ کس
عنوان پر مضمون لکھوں - کئی عنوان سامنے آئے
ہیں لیکن ابھی تک کوئی بات طے نہیں پائی - ایک
نفیس عنوان یہ سوجھا ہے - "گڑیا خانہ" اور اس

دنیا اور اسکے آئی ڈیالز (Ideals)

ہر ایک نفیس مضمون ہو سکتا ہے لیکن ڈر ہے کہ وہ مضمون
بہت فلسفیانہ ہو جائیگا ۔ Idealism
یعنی مثال پرستی اور اصلیت طلبی (Realism
میں جو تضاد ہے وہ عام فہم نہیں ۔ دوسرا عنوان
"خاص تراش" ہے اس پر بھی لطیف مضمون ہو سکتا ہے
اور میں یہ چاہتا ہوں کہ جو مضمون ہو وہ ایسا ہو کہ
کالج کے طلبہ کیلئے زیادہ مناسب ہو ۔ آپ نے یہ بالکل
ٹھیک کہا ہے کہ علیگڈہ کے طلبہ جس طرح مضامین قرآن
کو سمجھ سکتے ہیں اور کہیں ایسے پڑھنے والے نہیں
مل سکتے اور مجھے نہایت مسرت ہے کہ علیگڈہ کے

Scanned by CamScanner

نوجوان جو آئندہ اُردو ادب میں ابھرنے کو ہیں
میرے مضمون کو پسند کرتے ہیں۔ اور اسی لئے میری یہ
آرزو ہے کہ اس مضمون مجموعہ جو شائع ہے۔ اور
سلسلے میں انہیں بے پناہ تقویت ملے۔ اس لئے
سی باتیں پیش کرنی جو تشنہ طلب ہیں۔ آئندہ
اردو ادب کی ارتقاء کے لئے ضروری ہیں۔
بہرحال میں حتی الامکان تین ہفتے کے اندر
کوئی نہ کوئی مضمون آپ کی خدمت میں بھیجوں گا
یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ آپ کو پسند آئے گا یا نہیں
شاعری والے مضمون نے مجھے تکلیف دی اور
کچھ اس میں ایسا انہماک ہو گیا کہ اب خیالات
کو بالجبر دوسری طرف لانا پڑ رہا ہے اور جبکہ

اصحاب کی بھی تقاضا ہے جن میں خصوصاً [illegible] الملک کے مدیر صاحب
کا سخت تقاضا ہے اور انسے بہت محجوب ہوں -
امید کہ آپ مع الخیر ہونگے

بخطِ مُصنّف پہلا انگریزی خط:

نیازمند
[illegible]

Hyderabad
(Dn)

7th July 1923

My dear Kh. M. Hasan,

I got your kind note the other day. I had begun my "[illegible]" and delayed answering it till I had finished the paper. The article took a good deal of thinking and rewriting. I have at last done with it and am sending it under a

separate cover. I think it is a delightful paper. But I am not quite sure whether it will fall in with the tone of your paper. Yours is a college magazine and, I am afraid, must be a little straitlaced in the point of morals. Some morality in art has no meaning — the best expression of some idea worth giving expression to is all in all. However, in my own way, I have complied with your wish to contribute to your paper.

I have had to hit hard at wide poetry and wide poets in the course of this paper. I am not a sufficiently well-known writer and

I trust the home thrusts in
my [illegible] will, on the whole,
pass [illegible], unnoticed or
at least will not be taken
very seriously under
such a heading as [illegible]
So there is no danger of even
a storm in a teapot. But
I hope to return to the charge
in some other paper and
preach what we may call,
the fantastic bubble of
many poetry. Ghazal must
go and with it our stationary
and stagnant prosody.
No one can bring about
such a revolution single-
handed and least of all
my very humble self
with my tedious duties

in the office. Some young men like you ought to start the campaign [illegible] a regular scientific manner. In the interest of Urdu literature, radical reform in Urdu poetry is to my thinking an imperative duty.

I have composed another lyric [illegible]. The metre is — [illegible]. This metre consists of 26 matras with two pauses as indicated below :-

[illegible]

I have made use of [illegible] Venus as she passes across the Sun — the transit of Venus — as a simile for

the word. I have still to compose two more stanzas and then you shall have it. You will find some other similes — fresh and Indian. By the way, I have come to the conclusion that the touchstone of a born poet is above all his similes. To me poetry is creation of imagery and I have Shakespeare with me in this. You know the famous lines from the Midsummer Night's Dream

"The poet's eye in a fine frenzy rolling
. . . .
and gives to airy nothings
A local habitation and a name."

As Creation of imagery depends wholly on imagination. The image is of course, when expressed in words is simile.

I am afraid, I am taking up your valuable time with senseless talk. [illegible] is still dancing in my imagination. I am brooding over her delightful image. I haven't yet reached that point of view which shall open up the floodgates of my poetising. It is always a painful thing

for me to compose or write. The idea hovers and haunts my unconscious mind flashing now and then over the field of consciousness. In the beginning it is a perfect ignis fatuous and only slowly and painfully it settles into my mind and submits to the ~~tailoring~~ tailoring of words. I find 'نثر' naturally a very troublesome '[illegible] nothing of the mind.' Positively I must finish now.

Yours sincerely
M. Azmatullah

Scanned by CamScanner

محمد عظمت اللہ کے دوسرے انگریزی خط کا عکس مورخہ ۱۸۔ جولائی ۱۹۲۳ء

Hyderabad (Dn)

18th July 1923

My dear Khwaja Sahab,

I got your kind letter the other day. I have finished تڑپن and enclose it herein. I had promised to send you the next thing that I could compose. I should like to inflict a few lines on you in regard to this lyric. To begin with the metre consists of 26 mātrās. There is a pause at the 13th mātrā

تری ناگن کی سی آنکھ | ترا بال کا ہے کا لے

This metre has been quite popular

Since Agha Hashr composed his song beginning with

زہ دیے ہیں پیار / ترے بال بکھرے ہوئے

But there is another secret for the subtle melody of the metre. There are in fact two more slight pauses thus:-

نری ناگن کی / سی آنکھ / ترے بال / کالے کالے

Taking the symbols for unaccented and accented syllables in English the first line is scanned thus:-

نری ناگن کی / سی آنکھ / ترے بال / کالے کالے

Now if one remembers that Hindi prosody allows the

substitution, or rather the combination of accented and unaccented syllables as fully as the English prosody does, there can be no difficulty in catching the sweet melody of the metre.

Now with regard to the subject-matter, you will have the goodness to hear a few remarks. In the 2nd stanza the simile is taken from the transit of Venus — a beautiful phenomenon of the starry heavens. People uninitiated in Astronomy — I mean descriptive Astronomy — will not

Scanned by CamScanner

grasp the similitude although I have done my best to express it in simplest possible language. The 3rd Stanza will upset our innocent moralists but so very terrible for madame morality to be shocked at? This very morning a trained Graduate unfortunately had a very bad shock from it and advised me not to have it published. I can't say whether you will be of the same mind after reading it or not. For the last Stanza I do claim from you some praise.

Yours sincerely
M. Fazl Matallakan

محمد عظمت اللہ کے تیسرے قلمی خط

مورخہ ۲۸-جولائی ۱۹۲۳ء کا عکس

Hyderabad
(Dn)

eighth July. 23

My dear Khwajah Sahib,

Your kind post-card. I enclose herein another poem — a study à la Browning. I think it is a delicious little thing. But it is not perhaps fit for your magazine. However, you are the best judge in this respect. The metre is well-known in Urdu poetry. I have chosen

is because it is also considered a sweet one in Hindi. I trust you will read it in a sing song manner and enjoy its sweet melody.

By the way, I have since altered a line in 'گوری'. The original line runs thus:-

جب سورج پہ پڑے پار دو ٹکر گذر جاتا ہے

I have altered it as follows:

سورج پہ پڑے جب آن دو یار گذر جاتا ہے

The latter is a better line. This simile of the Transit of Venus put me to a

world of trouble. I think the
~~it~~ is
line is improved by this
change in the wording.

I shall not take up
your time now. I hope
matters are improving
in the University. The
unfortunate brawl
with the police is only
known to us through
rumour — a very
unreliable source
of news. We hope to
learn the whole story
shortly. Our sympathies
are of course with our
young men and our hearts
go out to those who have
suffered so much.

Yours sincerely
[illegible]

Scanned by CamScanner

محمد عظمت اللہ کے خود نوشتہ قلمی خط

مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۲۳ء کا عکس

Hyderabad
(Dn.)
24th Sept. 23

My dear Manzoor Hasan,

I got all your post cards and was working at my article '[illegible]'. I have sent it today under separate cover. The Editor of the 'زمانہ' was after my article on '[illegible]' and took my very life out. I have, however, had to work hard at this article and to finish it off as soon as possible. I am a very slow writer and take considerable time in thinking out what

Scanned by CamScanner

what I have to say and now comes the next step. Insist upon artistic expression. I had to sit up very late in the night on Sunday to rewrite certain portions and to impart finishing touches to this paper. I hope you will be pleased with this one. I had to do much hard thinking. The result as it is is before you.

I have in view another article with the heading "O.S." But I won't touch it for a month or so.

By the way, I am translating Moliere's

Scanned by CamScanner

Le Malade Imaginaire with the title [illegible]. Would you like to publish it. The first Act is finished and only awaits finishing touches. The prose-writing during the last month or two have taken the wind out of my poetic muse. I am making a new experiment introducing English Iambic pentametre in Urdu. I shall send it on to you when the thing is done.

Now, I leave you with my 'love', trusting you will get a pleasant surprise from it. The subject required months of thinking and

turning of phrases. But you commanded me to hurry up and I had to obey. I hope I am in time and also trust '[illegible]' is not severely any the worse for hurry.

With best love,

Yours sincerely

M Azmatullah Kh

Hyderabad (Dn)

8th Dec. 23

۵
پانچویں خط کا عکس

مورخہ ۸- دسمبر ۱۹۲۳

قلمی تحریر محمد عظمت اللہ خاں

My dear Khajah Manzoor Hasan,

I got your telegram the other day. I had already sent to you three poems. The article is another matter

I am busy with Vedic prosody and since the problem requires all my attention I couldn't turn towards the article you require. I have almost completed Vedic prosody and I shall do my best to write out the article you so very kindly require from me. But do please let me know the latest date by which I may send in the paper. Then, I shall do my best. Yesterday Prosody [illegible] and dysentery have left me very weak and I should like to let my brain [illegible] go wool gathering for a little [illegible] time [illegible]

By the [illegible] [illegible]

Scanned by CamScanner

Abdul Haq Sahib has got very angry with me. It seems he has published the very same poem which appeared in your last issue. I never thought you would print the poem [illegible] in the magazine. Well, it can't be helped now. What is done is done. I shall be careful in future and shall request you to get Moulvi Sahib's permission in regard to poems that I may send to both of you.

I expect an early reply.

With best regards,

Yours sincerely,

[illegible]

محمد عظمت اللہ خاں کے قلمی
خط نمبر ۷ کی عکسی نقل مورخہ
۱۶- نومبر ۱۹۲۵ء

Hyderabad
(Dn)
16th Nov. '25.

My dear Mr Manzoor Hasan,

I got your very kind note introducing Mr Jamil Ahmad to me. The very kind things you have said in it regarding my humble literary efforts are really more than I deserve. All of us have to do our little bit for Urdu Letters and that is all. The giants of literature in our mother-tongue are sure to come sooner or later only we have to do our humble spadework. I have inflicted a mile-long letter on poor Mr Jamil Ahmad

and, I am sure, he will show it to you. The Urdu version of Byron's 'Isles of Greece' is with Moulvi Abdul Haq Sahab. I have advised Mr Jamil Ahmad to get it from him or I shall send him a new poem if he thinks that will suit his requirements for the Great Jubilee number. I have already sent in a new article for the magazine and I have given the story of it to Mr Jamil Ahmad. I hope he will get the paper and in case finds it suitable will publish it in the magazine. I am sorry I cannot write a critique of the Masnavi of Mir Hasan at such a short notice. Literary things do not come

Scanned by CamScanner

easy to me. I have to toil and labour very hard indeed. It took me nearly a year to write the paper on Meerabai which you say you like very much. I am thinking of writing on the poetry of Ajit Mookerjea and Kabir. The best collection of Kabir's work is in Bengali script — edited and published by a Shastri connected with Tagore's Shantiniketan. I am learning Bengali a bit just to enable me to make out Kabir's immortal lines in that most absurd script I have ever come across. And then this office work — Good Heavens! It takes the very literary impulse out of me and leaves me shattered in brain and broken in spirit. But I think this ordeal has to be suffered — just to keep the

proverbial wolf from off one's door.

I know not what you are doing now. I trust you have not given up literary work and hope you will return to it after, as the phrase goes, settling down in life. I should very much like to hear from you now and then.

By the bye [I] have composed a one-Act Play — [illegible] : It will come out in the next issue of [illegible]. It is an attempt in a new direction — a virgin one, so to say, for me. If you happen to come across it do read it for my sake. I have tried to be original and God alone knows what I have made of it.

Wishing Godspeed to you on whatever career you may have launched yourself,

Believe me
Yours very sincerely
[illegible]

محمد عظمت اللہ کی چار نظمیں

(۱)

برسات کی رات دکن میں

برکھا رت کی گھٹا چھائی ہے
بالوں کو کھولے رات آئی ہے
اندھیاری میں گھبرائی ہے
جھڑیاں لگی ہیں ہلکی ہلکی

جانوروں نے لیا بسیرا
تاریکی نے جگ کو گھیرا
چھا گیا گھٹا ٹوپ اندھیرا
ہاں کبھی ہنس پڑتی ہے بجلی

ہاں کبھی بجلی ہنس جاتی ہے
دور گرج بھی غراتی ہے
اور ہوا بھی اٹھلاتی ہے
بوندوں کے نگوں کی بھی چھم چھم

جھینگر کے منتروں سے تنی ہے
لیمپ کی لو یوں سے ہلتی سی ہے
نیند پپوٹوں پر رکتی سی ہے
زور کیا ہے نیند نے تھم تھم

نیند جو آئی وقت سے پہلے
بھول سے بالک انکھڑیاں موندے
سو گئے بے سدھ اوندھے سیدھے
جلدی جلدی گھر کا گھیرا

سندر چیتہ اپنے بنایا
ہر اک کا بچھونا بچھوایا
ہاں بنایا کھایا کھلایا
نیند کا آیا بیٹھکا ڈیرا

ہونے لگیں پھر گھر کی باتیں
بچوں کی دن بھر کی باتیں
اور کچھ اِدھر اُدھر کی باتیں
اک آدھ کوئی ضروری بات
خرچ اٹھانے کی کچھ باتیں
لینے لانے کی کچھ باتیں
پاس بلانے کچھ باتیں
باتیں مزے کی مزے کی بات

اولتی گویا جل کی جلن
اک تالاب بنی ہے آنگن
بلبلے کرتے برق کا درشن
بھیگی بھیگی پون کی خنکی
بچوں کو اوڑھائی ہے دلائی
اب نیند کی ہے راج دھانی
کیا ہی بھلی سانس کی گرمائی
جسم کی گرمی اپنی آن کی

بوندوں کا ہوا میں بھرّانا
موری میں پانی کا خرّانا
اور پرنالے کا فرّانا
اک شور مچا ہے پانی کا
ٹپ ٹپ ٹپکے کی آتی ہے
کبھی رخ بوچھار ستاتی ہے
بدلی بجلی چمکاتی ہے
ایک تماشا ہے پانی کا

دن مردانہ کام میں گزرے
تن کی محنت ہاتھ کے دھندے
تانبے کے ٹکے یا ہُن برسے
سکھ کی ہوں یا دکھ کی باتیں
گھر میں بالک آبادی ہو
چاہنے والی گھر والی ہو
ہنسی خوشی گزرے جاتی ہو
یونہی برسیں برسات کی راتیں

Scanned by CamScanner

(۴) مرے حسن کے لئے کیوں مرے؟

[از جناب محمد عظمت صاحب دہلوی بی اے (علیگ)]

نہ بھلے کی تھی نہ بُرے کی تھی، مجھے کچھ جہاں کی خبر نہ تھی
تمہیں عیش کا ہی جو دھیان تھا تمہیں میری چاہ اگر نہ تھی ۱
مرے حسن کے لئے کیوں مرے؟ نہیں لینے تھے تمہیں یوں مزے

بہت اپنی چاہ جتا جتا مرے دل کو موہ کے لے لیا
مرے واسطے یہ بہشت تھی، تمہیں دل لگی تھی یہ کھیل تھا ۲
مرے حُسن کے لئے کیوں مرے؟ نہیں لینے تھے تمہیں یوں مزے

مری چاہ تھی بڑی قیمتی، میں غریب تھی، پہ امیر تھی
تھے امیر تم، پہ نہ چاہ تھی، میں امیر تھی، پہ فقیر تھی ۳
مرے حسن کے لئے کیوں مرے؟ نہیں لینے تھے تمہیں یوں مزے

نہ تھا اس جہان میں آسرا، مری جان تھی، یہ جہان تھا
مرے سُکھ تمہیں، تمہیں چین تھے، تمہیں چاہ ہے یہ گمان تھا ۴
مرے حُسن کے لئے کیوں مرے؟ نہیں لینے تھے تمہیں یوں مزے

مرے حُسن کی جو بہار تھی، مری کھل رہی تھی کلی کلی -
یہ تمہیں پہ میں نے نثار کی، مرا دھن لیا، مری جان لی ۵
مرے حسن کے لئے کیوں مرے؟ نہیں لینے تھے تمہیں یوں مزے

مری چاہ لی، مرا دل لیا، جو طلب کیا وہ تمہیں دیا

۶ جوں ہی حسن سے مرے دل بھرا، وہ پھری نگاہ، وہ دل پھرا
مرے حسن کے لئے کیوں مرے؟ نہیں لینے تھے تمہیں یوں مزے

تمہیں چاہ اور کی جب ہوئی، مری وہ ہنست تو جا چکی

۷ مگر آرزو یہ ضرور تھی تمہیں دیکھ لیتی کبھی کبھی —
مرے حسن کے لئے کیوں مرے؟ نہیں لینے تھے تمہیں یوں مزے

مرا پاش پاش یہ دل ہوا، مری چاہ کا وہ دیا بجھا —

۸ مرے دل کو تم نے یہ کیا کیا، نہیں اب بھی وہ کسی اور کا —
مرے حسن کے لئے کیوں مرے؟ نہیں لینے تھے تمہیں یوں مزے

نہیں اب بھی وہ کسی اور کا، یہ نہ اگلا سا مرا دل رہا

۹ تمہیں یاد آؤں میں پھر اگر تو یہ پاؤ گے کہ وہ خواب تھا
مرے حسن کے لئے کیوں مرے؟ نہیں لینے تھے تمہیں یوں مزے

مرے دل سے ہو گا یہ کب بھلا تمہیں دے سکوں کوئی بددعا

۱۰ وہ ہوا جو ماتھے پہ تھا لکھا، مرے دل سے آئے گی یہ صدا:
"مرے حسن کے لئے کیوں مرے؟ نہیں لینے تھے تمہیں یوں مزے"

Scanned by CamScanner

(۳)

موہنی مورت موہنے والی

ہائے وہ صورت پیاری پیاری، شربتی شربتی آنکھیں کالی

چکنے چکنے بال ہیں کالے

ہونٹ رسیلے امرت والے وہ تند پیتی کی لالی

گال گلابی روئی کے گالے

رُکھنا جوبن گدرا گدرا آپ ہی من میں کھٹکا

لوچ بدن میں جیسے پھولوں کی ڈالی

ایک البیلا درد کلیجے چھاتی پر نشتہ جیسی لگائے

موہنی صورت موہنے والی

چنچل تتلی چھو سکتا ہے دل یا کوئی ندی بہاتی

چھو کر جاتی ہیں اٹھلاتی

ڈرتی ڈرتی کیسی بجاتی رنگ برنگی گاتی شرماتی

دل کو ہنساتی دل ترساتی

سیدھی سادی میٹھی میٹھی بانسری کی سی آواز

نغمیں چڑھاؤ نغمیں اتار

ہزاروں راگوں کا ایک راگ لاکھوں سروں کا ایک راز

روح میں بیٹھے دل کے ہو پار

سندر صورت دل میں سما گئے دل کو لبھا گئے دل آ گئے

تجھ بن جگ ہے خالی خالی

حسن کی دیوی تیرے کارن کون نہ دل سے مر جائے

موہنی صورت موہنے والی

---

(۲)

سندر صورت سندر سپنے اور نینن گوری کی کالی

اندھیارا دیس کی سندر بستی کی کوئل سی کالی
بال بھی کالے پھیلے گھٹا
ہونٹ وہ گدرے جامن جیسے اور ادا ہے شرمیلی
دانت وہ اجلے موتی کی جھالر

بھری بھری سی آنکھ غزالی نیلی بھونرا سی کالی
خمار اک مستانہ چھایا
وہ من موہنی چنچل جیسی اُن میں چمک ناگن والی
آنکھ لڑی اور دل کو لبھایا

ادھ سر اٹھا کر اٹھلا کر سانچے میں ڈھلا گٹھیلا
جوش جوانی پھٹتا جوبن
بھرا بھرا سا ڈھلا ڈھلایا وہ اک اک عضو سجیلا
وہ ہرن چیتے کا سا خستہ تن

اک موج مچلتی شیدا سی چڑھتی اترتی لہراتی
وہ گردن کا نفیس ڈھلاؤ
سینہ مستی کا جوالا مکھی کمر لچکیلی بل کھاتی
وہ سرکش رانا انار چڑھاؤ

[مخزونہ ذخیرۂ نوادر؛ ڈاکٹر سید معین الرحمٰن]

#